پنجاب بک ڈپو لاہور

قیمت ۸ؔ

فہرستِ مضامین

۱۴

نغمۂ حیات

نغمۂ حیات

لذتِ سوز و گداز سے آشنا ہو............ .... تو زندگی ! ورنہ

جامِ بے کیف !

تڑپ ہے۔ تو نخلِ تمنّا بھی ہرا.......... ورنہ نغمہ پیرائی کا شوق

بے لطف !

ور کی رونق.......... دل کی تڑپ سے ہے۔ اور اسی تڑپ سے زندگی

شباب سے بہرہ یاب !

لیکن کیوں؟ ہمنوا! کچھ وجہ بھی؟

خیال!...... یا کسی کی یاد! وہ یاد جو بیٹھے بیٹھے ایک درد آشنا دل میں

کیفیتِ سیمابی پیدا کر دیتی ہے .... =

جوانی کیا ہے؟

ایک افسانۂ رنگین!

جس کی یاد دل کو گرمائے رہتی ہے۔ ایک "ماجرا"! جس کے تصوّر سے رُوح کو
مسرت اور آرزو کو کیفِ حیات حاصل ہے .... =

آ! یہ رازِ کہن مجھ سے سُن!

ایک روز وادیِ کوہسار میں۔ کالی کالی گھٹائیں خیمہ زن تھیں۔ اور زمزمہ
سازانِ چمن۔ اپنی میٹھی راگنیوں سے سکانِ زمین کو پیغامِ حیات دے
رہے تھے ....

ہم نوا!
تجھے بھی تو وہ جگہ یاد ہوگی .... !

جہاں آبشاروں کی صدا دامنِ دل کھینچ
تھی - اور ایک چھوٹی سی ندی فرازِ کوہ سے مستی اور شباب کے گیت
کسی کے وصال کے شوق میں چٹانوں اور جھاڑیوں سے دامن بچا
کر جا رہی تھی - ....،

بادل کی گونج اور تیرا اضطراب!
ابتدائے عشق!

میرا شوق اور تیرا حجاب!
انتہائے عشق!

کی ملاقاتیں....تیری ہیلیوں کی گھاتیں! ..... مدارانیں اور
پیار کی باتیں!
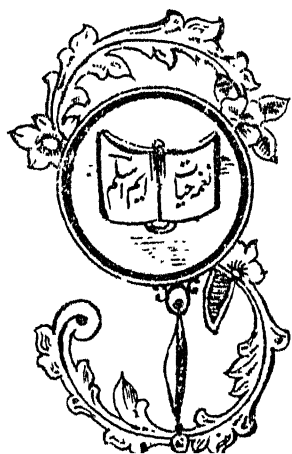
محبت

جوگن جنگل میں بیٹھی ستار بجا رہی تھی ستار کے تار مضراب سے بیتاب ہو کر بن میں طوفانِ حیات برپا کر رہے تھے ۔

اسکی آنکھیں بند تھیں اور کالے کالے سیاہ بال شانوں پر پریشاں تھے گیروے کپڑوں میں سے جوانی اور شباب کا ابھار پھوٹ پھوٹ کر عیاں ہو رہا تھا اس کی انگلیاں ستار کے تاروں پر رقص کر رہی تھیں۔ اور نغمے فضا میں ناچ کر رہے تھے ۔ اس کا سینہ کبھی اٹھتا کبھی بیٹھتا معلوم ہوتا..... آہستہ آہستہ اسکے لب حرکت کرنے لگے ۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں وہ مست اور متوالی آنکھیں ۔ جنہیں دیکھکر آہوئے صحرا بھی شرمائے اس نے آسمان کی طرف دیکھا ۔ اور ایک آہ بھر کر بڑی سوز بھری آواز

میں گانے لگی:-

موہے تپیم نگریا دکھا دے پیا

مورے من کی چندریا رنگا دے پیا

رنگا دے پیا

دکھا دے پیا

موہے تپیم نگریا دکھا دے پیا

یہ آواز نہ تھی۔ بلکہ کسی فراق آشنا کوئل کی کوک تھی۔ یا بلبل کا نالۂ ہجر
اسکی نرگسی آنکھوں سے موسم بہار کی ننھی ننھی بوندوں کی طرح آنسو گر رہے تھے
بن میں بسیرا کرنے والے طیور پتوں میں چھپے بیٹھے گردنیں بڑھا بڑھا کر جوگن
کی طرف دیکھنے لگے۔ گاتے گاتے اور روتے روتے اس کی آواز بھرا

۔اس نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور بولی ۔

پرماتما !

تو نے یہ دل میں کیا آگ لگا رکھی ہے ۔ یہ تڑپ کیسی ہے ۔ یہ بیقراری

اور اضطراب کہاں سے پیدا ہو رہا ہے ۔ ایک چھوٹا سا دل اور وہ

بھی فریب خوردۂ وفا !.................. آہ ! یہ پنچھ پکھیرو

کیوں ایک دوسرے سے ہم کنار ہوتے ہیں ۔ جگنو انگاروں کیطرح

کیوں چمکتے ہیں ۔ یہ بن کے درخت جھوم جھوم کر کیوں ایک دوسرے

سے گلے مل رہے ہیں ؟

پرماتما !

کیا اسی چیز کا نام محبت ہے ؟.......... کیا دو دلوں کے مل بیٹھنے کا

نام محبت ہے ؟ آہ ! تو پھر مجھے یہ چیز کیوں حاصل نہیں ؟ وہ کونسا کیمیاگر

سہے جس سے مجھے بھی یہ اکسیر ملے ....۔

پرماتما!

میں تیری ہر چیز میں ایک ربط پاتی ہوں۔ ایک کشش دیکھتی ہوں۔ ایک اخوت کا رشتہ نظر آتا ہے۔ لیکن میرا دل کیوں بے تاب ہے؟ اسے کیوں قرار نہیں؟ میں بھی تو محبّت کی متلاشی ہوں۔ بتا! مجھے محبت کس چیز کا نام ہے؟ میں اسے کہاں تلاش کروں؟"

جوگن فریاد کر رہی تھی۔ اور آسمان پر بادل چھا رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندیں پڑ رہی تھیں۔ پھر بادل گرجنے لگے اور بجلیاں کوندنے لگیں۔ جوگن نے ایک آہ بھر کر آسمان کی طرف دیکھا اور بولی +

پرماتما!

یہ تیری رحمت کے بادل۔ اور یہ مزاعۂ ہستی کو سوختہ کرنے والی بجلیاں
ان کالے کالے بادلوں کے سینے سے عریاں ہو رہی ہیں۔ ان کا آپسمیں
یل جول کیسا؟ ایک رحمت کا پیام بر۔ دوسری تیرے غضب کی علمبردار
ہ! یہ کیا غضب ہے کہ دل کو تو نظارہ کی ہوس ہو۔ لیکن آنکھ محروم
ظر..................'

اچانک بجلی اس شدت سے کوندی کہ آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ساتھ ہی ایک
ہیب گرج سنائی دی۔ ایک پیارا پیارا سرو جو شباب کی مستی سے جھوم رہا
تھا جوگن کے دیکھتے دیکھتے جل کر خاک ہو گیا۔ جوگن نے آسمان کی طرف
یکھا اور مسکرا کر کہا۔

"پرماتما!

میں نے محبت کا راز سمجھ لیا۔ میں نے یہ نسخہ پالیا"

یہ کہکر وہ اٹھی اور بستی کی طرف

موہے پتیم نگریا دکھا دے پیا

مورے من کی چندریا رنگا دے پیا

رنگا دے پیا!

دکھا دے پیا!

موہے پتیم نگریا دکھا دے پیا

گاتی ہوئی چلی گئی۔

راہِ رسمِ زندگی

راہ و رسمِ زندگی

دوست!

اگر بزمِ جہاں میں تو کسی کے اخترِ تقدیر کی طرح صدق و صفا کے افق پر تاباں ہو کر رہے۔ تو سمجھ لے..............،

زندگی کا حاصل تجھے مل گیا

بزمِ جہاں کے متوالے!

اس چند روزہ زندگی میں جسے کسی حکیم نے ماتم خانۂ برنا و پیر کہا ہے اگر تیری زندگی کے چنگ سے محبت کا نغمہ نہیں نکل سکتا۔ اگر تو لطف و مدارات کی راگنی نہیں بجا سکتا۔ تو دنیا سے الگ ہو جا۔ کسی سنسان ویرانے میں جا بیٹھ!

کیوں؟

تیری آبلہ فریبی عیاریاں اور چالاکیاں تیرے لئے سامانِ رسوائی بنجائنگی

احمق!

تو جسے چاہے اپنی مکر کی باتوں سے بے وقوف بنا سکتا ہے۔

لیکن کیا ہمیشہ؟

ہرگز نہیں! کاٹھ کی ہنڈیا روز نہیں چڑھتی۔ یہ عیاریاں اور چالبازیاں

ایک دن تارِ عنکبوت ثابت ہونگی

بھائی!

اُسوقت کی رسوائی اور ناشکیبائی پر غور کر.......... سنا نہیں!

"زندگی را رسم و آئینے دگر"

ہمنشیں

نہ ہر کس از محبّت مایہ دار است

نہ باہر کس محبت سازگار است

چھوڑ! چھوڑ! مجھے جانے دے!

آبادی سے دور کسی ویرانے میں جو کسی کے نقش پا سے بھی نا آشنا ہو۔ جس کی وحشت سے گھبرا کر طیور بھی ادھر کا رخ نہ کریں۔ ایک چھوٹی سی کٹیا بنا لوں گا۔ جو رات کی تاریکی میں میری آہوں سے اور دن میں میری حسرتوں سے آباد ہو گی۔ یا جھینگر کا نالۂ و فریاد میرے گھر کی اداسی کو دور کریگا.................

تو اب چھوڑ ہمنشیں مجھے جانے دے!

شاید ویرانے میں اس دلِ سوختہ ساماں کو کچھ قرار آجائے......تو

آجائے آخری شب کے فرشتے جب آسمانوں کو پرواز کرتے ہیں تو دکھ اور

درد پیچھے چھوڑ جاتے ہیں لیکن نمودِ سحر راحت اور سکوت کی پیامبر ہوتی

ہے..................."

میرے دلِ مجروح کی تڑپ دیکھنی ہو تو آخرِ شب میں دیکھ۔ صبح کے وقت

تو سبھی بدنصیب تھک کر آنکھ بند کر لیتے ہیں ؎

آخرِ شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

ویرانے میں میری کٹیا پھولوں سے سجی ہوگی۔ وہ پھول جن پر طائرانِ

صحرا بھی نثار ہوں.........لیکن جنگل کے یہ پھول میرے داغہائے

دل سے تو خوبصورت نہ ہونگے۔ اور داغ بھی پھر دل کے۔ جن پر محبت
کے فرشتے نثار ہوتے ہیں۔ اور محبت بھی وہ جو باغ ارم کے پھولوں سے
پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بو باس انہی داغوں سے آشکار ہو گی۔ چشمے کی چھال
میرے نالوں کی ہمنوا ہو گی۔ اور کوہسار کی یخ بستہ چوٹیاں کسی کے ..... کسی
بے مہر کے برف کی طرح سرد دل کی یاد تازہ کیا کرینگی۔ اور فلکِ فیروزہ
فام کس کے حسنِ شفق گوں کی یاد دلایا کریگا ...."

محبت ! .... کھوئی ہوئی محبت کی شعلہ آشامی
صحرا اور ویرانے میں میرے لئے ایک نئی دنیا پیدا کر دے گی۔ وہ جذبات
جو اس وقت میرے سینے میں متلاطم ہونگے۔ کبھی تیرے دل میں بھی جو طوفان
برپا کر دیں۔ اور تو بھی میری طرح مضطرب و بے قرار ہو۔ تو جانے! ہم
پھر کبھی نئے سرے سے عہد وفا باندھیں *

تو اب چھوڑ ہمنشیں مجھے جانے دے
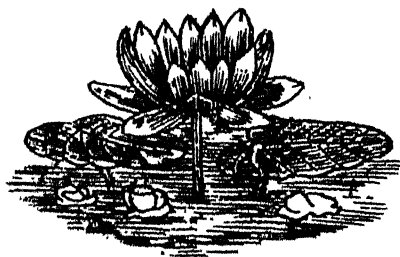
سائل

میں تو ایک سائل ہوں! فریادی!

تو میری طرف گھور گھور کر مت دیکھ۔ ذرا دنیا کی وسعت پر نگاہ ڈال۔ اور

پھر میری تمنا پر غور کر۔

میری زندگی کی تگاپو اور میری کشمکشِ حیات! میرے ارمانوں کا ہجوم اور

حسرتوں کا انبوہ!

سب تیری دلبستگی کا سامان ہے۔

میں صورتِ سوال ہوں۔ لبِ اظہار وا کیا کروں۔ مہربان! ع

"طلب کی خاطر دراز کرنا ضرور کیا دستِ آرزو کا"

ستاروں کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی! اور دریا کا کنارا۔ میں تیری یاد! میں جب موجِ یم کو ہوا کے ساتھ رقص کرتے دیکھتا ہوں۔ اس وقت میرے دل کی کیفیت کوئی دیکھے۔ تیری چشمِ نیم باز کا تصوّر اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے۔

چھٹے چھٹے بادلوں کے گھونگھٹ اور ستاروں کے جھرمٹ میں سے جب ماہتاب کو تاک جھانک کرتے دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں تیرے رخِ زیبا کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ جب اشجار مستی میں آکر جھوم جھوم کر ایک دوسرے پر جھک جھک پڑتے ہیں۔ اور کلیاں چٹک چٹک کر نونہالانِ چمن کو نویدِ بہار دیتی ہیں اور جب چاندنی دریا کی موجوں سے محوِ بوس کنار ہوتی ہے۔ تو دل میں...... اس دلِ درد آشنا میں کسی دردِ جانگداز کی ایک کسک سی اٹھتی ہے۔ اور منہ سے ایک آہ! اور آہ کیساتھ ہ

اختلاطِ قدرتی میرے بہلا کس کام کے
دردِ فرقت سے جو میں تڑپوں کلیجہ تھام کے

تو میری وحشت کا اندازہ کر............ میری بے تابیوں سے لطف اندوز ہو

ایک روز تیری جستجو میں میں کسی ویرانے میں جا نکلا۔ وہاں ایک شاہدِ رعنا آنے جانے والوں کو تماشائی بنائے بیٹھا تھا۔ اسکی رعنائی اور شگفتگی دیکھ کر مرے دلِ سوختہ سامان پر ایک چرکا سا لگا......

کیوں؟

اس شاہدِ رعنا کی نزاکت اور رعنائی سے۔ لطافت اور کھپن سے تیری شانِ دلربائی ہویدا تھی۔ لیکن جب میں نے اسکی جانب قدمِ شوق بڑھایا تو

خارِ ناکامی نے میرے تلوے لہولہان کر دئے ۔ لیکن ۔ ۔ ۔ انجمؔ شگفتہ

پا کے خون سے بھی تیری محبت کی بو آرہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میں تو ایک سائل ہوں! فریادی! ذرا خیال تو کر!

"تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں"

مَیں اَور تُو

میں اور تو

بستیاں امید کی بن بن کے لاکھوں مٹ گئیں
تیرے سینے میں ہے مضمر اک جہانِ آرزو

........! بیشک تیرے حسن کا جواب نہیں.................. اور میرا عشق؟

لازوال!

تیرے کندن ایسے خوبصورت چہرے کی چمک!....... برا ہو ان آنکھوں

کا جنھیں بھا گئی...... ماہتاب کو بھی مات کرتی تھی۔ تیرا بانکپن اور پھبن!

نہالِ چمن کو شرماتا تھا۔ لیکن تیرا دل؟ افسوس!

برف کی طرح سرد!

اس برف کی طرح سرد جو بے برگ و گیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی ستر پوشی

کیا کرتی ہے۔

لیکن تو نے میرے جذبۂ الفت کی تاثیر بھی دیکھی؟ جواب بھی۔ اتنی مدت
کے بعد بھی۔

تیرے دل کو گداز کر دیتی ہے۔

افسوس! تو زمانے کی طرح بدل گیا۔ اس زمانے کی طرح جو ایک روز
تجھے بھی بدل جائے گا۔

وفا کے قول اقرار نقش بر آب ثابت ہوئے

تو جسے کامرانی اور کامیابی تصور کرتا ہے۔ وہی تیری شکست
ہے...... تو جسے زندگی سمجھتا ہے وہی سراب ہے۔ نادان!۔

تیری سمجھ کی غلطی اور نگاہ کا دھوکہ۔ تو نے تصور اور خیال کی بنیادوں پر امیدوں

اور تمناؤں کا جو ایک قصر بنا رکھا ہے۔ ناپائیدار ثابت ہوگا۔ روزِ نشاط اس

طرح گذر جائینگے۔ جیسے

ہوا کا جھونکا!

محبت کا "سم سم" کبھی ناکام نہیں رہتا۔ اگر میرا جذبۂ شوق سلامت ہے

تو ایک دن تیرے دل میں .... اسی برف کی طرح سرد اور زمانے

کی طرح پلٹ جانے والے دل میں! میری یادیوں جلوہ نما ہوگی۔ جیسے کالی

کالی بدلیوں میں............ "

بجلیاں!

میرے پاس تیری جفا کاریوں۔ اور ستم کوشیوں کی تلخ یاد کے سوا اگر کچھ ہے
تو پھولوں کا ایک ہار۔

تیرا عطیہ۔ یا تیرا تحفہ

یاد ہے ؟ تو نے کب اور کہاں دیا............... ؟

آ۔! میں بتادوں

ساون کی کالی کالی راتوں میں جب برقِ طپاں پردہ سحاب سے عریاں ہو ہو کر
یوں چمک رہی تھی جیسے تیری ہیرے کی کنیوں کی طرح چمکنے والی آنکھیں..
..........افسوس! تو نے جس انداز سے پھولوں کا یہ ہار میرے گلے میں
ڈالا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ لیکن........... مجھے معلوم نہ تھا کہ جس طرح
پھول خشک ہو کر خوشبو سے کورے ہو جاتے ہیں۔ یہی حشر تیری مدارات
اور محبت........... جھوٹی محبت کا ہوگا..........."

آخر وہ پیارے اور خوبصورت پھول خشک ہو گئے۔ اور ساتھ ہی تیری

محبّت بھی سرد پڑ گئی لیکن وہی مرجھایا ہوا ہار میرے پاس ابھی تک رکھا ہے

کیوں؟

یہ باسی پھول تیری باسی محبت کی یادگار ہیں

محبت کی تلخ کامی اب بھی جب کبھی میرے دل کو گرماتی ہے۔ تو میں تیرے

اس مرجھائے ہوئے پھولوں کے ہار کو دیکھ لیتا ہوں۔ لیکن......... افسوس!

ان نازک اور لطیف پھولوں کی پنکھڑیاں بھی اب جھڑ جھڑ کر ایکدوسرے

سے ایسے جدا ہو رہی ہیں۔ جیسے

"میں اور تُو"

اے ماہ جبیں

اے ماہ جبین

اے ماہ جبین!

تو اتنا تو بتا کہ میں کس طرح تیرے آہو صفت دل کو رام کروں؟

قصۂ فراق یا داستانِ غم سنا کر؟

لیکن تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ؟ تو درمانِ دردِ ناشکیبائی کیا جانے!

پھول اگر بلبل سے اپنے حسن کی مدح سنکر خوش ہوتا ہے۔ تو اے ماہ جبین! تو مجھ سے سن!

اگر صدف سینۂ موج سے نکل کر تیرے حسن ملاحت آفریں کی جھلک دیکھ پائے تو پھر ندامت کے مارے آغوشِ موج سے جدا

ہونے کا نام نہ لے ۔

اگر جنت کی حور تیری نزاکت دیکھ پائے ۔ تو باغِ ارم
کے پھولوں کی لطافت میں اسے لطف نہ آئے ......!

تیرا چہرہ اس ماہ چہاردہم سے بھی زیادہ پیارا اور دلکش ہے
جسکی دید کو پرستش سمجھکر کبک دری رمنوں سے جھومتے باہر نکل آتے ہیں
لیکن تیرا دل ؟

تو اے ماہ جبیں ! تیرا دل !

اس پتھر سے بھی سخت جسکی آغوش میں لعل
ہزاروں سال پرورش پا کر قدر و قیمت پاتا ہے ،
اور میرا عشق ؟
ایک آتشِ جانسوز کے شعلوں کی طرح بے پناہ ....

تو اے ماہ جبیں!

نہ میں تیرے دل کو رام کر سکتا ہوں۔ اور نہ یہ آگ ہی بجھ سکتی ہے۔ میں اگر زحمت کشِ انتظار ہوں تو تو فکر مت کر۔

سنا نہیں ؎

عمرہا باید کہ تا گردونِ گرداں یک شبے
عاشقِ را وصل بخشد یا غریبے را وطن!
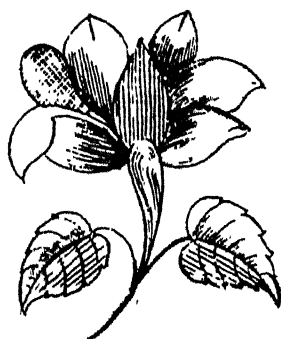
گردشِ دوراں

ہمنشیں! کیا تجھے میری کس مپرسی پر رحم نہیں آتا؟

دیکھ! میری منزل کدھر تھی۔ لیکن یہ لالہ زاروں کی ہوس مجھے کہاں لئے جاتی ہے۔

دنیا کے متوالے! تو اس بزمِ فانی سے دل مت لگا۔ یہ تو انسان کی کھلی دشمن ہے بے مہر اور بے وفا .... دنیا!

لیکن تو مجھے کچھ پست ہمت نہ سمجھ۔ گو گردابِ بلا میں گھرا ہوں لیکن اس نکتہ سے خوب آگاہ ہوں۔ کہ مصیبت ہر عالی ہمت کی قسمت میں لکھی ہے قاسمِ ازل صرف ایک دلِ حوصلہ مند کو ہی امتحان کے لئے موزوں سمجھتا

ہے۔ کمزور اور ناتوان قدرت کے اس امتحان کے قابل نہیں ٭

ہمنشیں!

یہ تو تو ہر روز دیکھتا ہے کہ گنبدِ گردوں پر ہر شب بے قیاس ستارے لمعہ افگن ہوتے ہیں۔ لیکن گہن صرف آفتاب اور ماہتاب کیلئے ہے ٭

سینہ آب پر خس و خاشاک اِدھر اُدھر پریشان نظر آتے ہیں لیکن موتی صدف کے سینہ پر سوار ہو کر موجِ طوفاں خیز سے کھیلتے ہیں ٭

تو پھر میں "انسان" ہو کر آفاتِ دہر سے کیوں پریشان ہوں۔ ع

جس پہ اللہ کو بھی ہو ناز وہ انساں ہوں میں

سائے تلے

سائے تلے

بادہ خوار جھومتا ہوا میخانہ سے نکلا قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ پگڑی آدھی سر سے لپٹی تھی۔ آدھی گلے کا ہار ہو رہی تھی۔ لیکن چلنے کے اس انداز میں بھی ایک تمکنت موجود تھی۔ راہگذر اسے دیکھ دیکھ مسکراتے اور وہ مسکرانے والوں پہ ہنستا۔ اس کی دنیاء ہوش اب مدہوش تھی۔ کسی نے پوچھا۔

"میاں! کہاں چلے؟"

بادہ خوار قدم اور سر کی حرکت کو قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا

"کوچۂ جاناں کی طرف!"

"وہاں جا کر کیا کرو گے؟"

"مرے یار!" بادہ خوار نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں میچ کر کہا۔ "بیٹھینگے!"

"کہاں؟"

آپ جھومتے ہوئے بولے۔

"یار کی دیوار کے سائے تلے!"

مردِ غازی میدان کارزار سے واپس آرہا تھا۔ سینہ ابھرا ہوا تھا۔ چہرے پر کامرانی کی سرخی تھی۔ آنکھوں میں خوشی سمائی تھی۔ وہ آج لطفِ زندگی سے آشنا معلوم ہوتا تھا۔ کسی نے پوچھا۔

"جان برادر! کہاں سے آئے؟"

"میدانِ کارزار سے!" مردِ غازی نے اکڑ کر جواب دیا۔

"کیا خبر لائے؟"

"فتح و نصرت!"

"الحمداللہ! ایسی عزت کسے نصیب ہوتی ہے"

"جواسکی تمنا کرے!"

"اور یہ تمنا پوری کہاں ہو؟"

"میاں!" مردِ غازی نے مسکرا کر کہا۔

"تلوار کے سائے تلے!"

بستی سے دور کسی درویش کا ڈیرہ تھا۔ اکثر لوگ فقیر کی زیارت کو جاتے لیکن سب بے نیل و مرام آتے۔ اپنی اپنی کہتے۔ درویش سنکر صرف مسکرا دیتا ایک روز بہت سے عقیدتمند موجود تھے۔ درویش نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔

"دوستو! تم کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ دو دن کی زندگی اور اسقدر

ارمان - یہ آرزوئیں! یہ تمنائیں! توبہ ہے! میرے پاس رکھا ہی کیا ہے جو میں تم کو بھی کچھ دوں - دینے والا تو وہ ہے - جسکے ہاتھ میں موت وحیات ہے - تم اس سے لو لگاؤ تو دل کی مراد پاؤ - زندگی کی کشمکش سے کیوں پریشان خاطر ہو - اگر ہمت سر بلند ہے تو پھر چاروں کھونٹ کی راہیں کھلی ہیں دنیا عمل کا نام ہے - سنا نہیں ع

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

اگر ہوسکے تو کچھ کر لو - ورنہ حشر تک سوتے رہو گے -

خاک کے سائے تلے!"

انقلاب

انقلاب

ندیاں جو بطنِ کوہسار سے پیدا ہو کر وادیوں اور میدانوں میں گل و گلزار سے اختلاط کرتی ہوئیں وصالِ بحر کے شوق میں لمبے لمبے سفر کیا کرتی تھیں اب کسی عاشقِ افسردہ ساماں کی طرح خاموش تھیں۔

کیوں؟

شباب کی مملکت پر جمود طاری تھا

پیاری پیاری کالی کالی تپلی والیاں جن کے سنبل ایسے گیسو دیکھنے والو

کے دلوں کو الجھایا کرتے ہیں۔ اپنے حسن جہانسوز کی گرمی سے اب میرے
دل کو گداز نہیں کر سکتیں؟

کیوں ؟

اب نہ تو وہ مذاقِ حسن ہی باقی ہے اور نہ حسینوں میں مذاق جانستانی
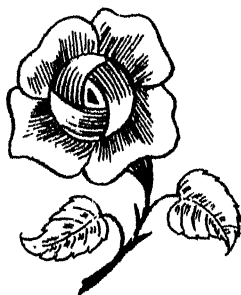
اشکِ حسرت

اشکِ حسرت

ماہِ تاباں کی ٹھنڈی چاندنی میں جو کیفِ حیات مضمر ہے اس سے ایک درد آشنا دل ہی صرف سرشار رہتا ہے ....

تو اے ماہِ تاباں!

جس کا دل ہی بجھ گیا ہو۔ بھلا وہ تیری دلربائی

سے کیا خاک لذت گیر ہوگا

اندھیری راتوں میں .... ان اندھیری راتوں میں جب فضا پرسکوت

مسلط ہو۔ اور دنیا کی ہر چیز پر اداس اداس تاریکی پھیل چکی ہو۔ آسمان پر چمکنے والے ستارے .... وہ پیارے پیارے تارے جو عشاق کے راز داں ہوتے ہیں کیا بھلے اور خوشنما نظر آتے ہیں۔

لیکن پیارے پیارے تارو!

میرے بھولے بھولے رازدارو! تم ہی کہو
جس کے دل کا چاند گہن میں آ گیا ہو۔ وہ تمہاری
دلآویزی اور تابنا کی سے کیا خاک گداز ہوگا

موسمِ برسات کی تاروں بھری رات میں جب جگنو دامنِ صحرا میں چمک چمک کر زمین پر آسمان کا سماں کھینچ دیتے ہیں۔ اسوقت جنگل کی شائیں شائیں کسی مہجور کے نفسِ گرم کیطرح ایک گم کردۂ راہ سوختہ ساماں کو یوں جلادیگی،

جیسے برق طپاں کسی نشیمن کو یا بادِ سموم برگ گل کو ....

اس وقت اشجار کے پتوں کے زیر وبم میں نغمۂ حیات کا کیف حاصل ہوتا ہے لیکن وہ تیرہ بخت جو اس وقت خاک کے بستر پر پڑا اپنے کالی رات جیسے بختِ سیاہ کا ماتم کر رہا ہو۔ قدرت کے یہ رُوح پرور اور جانواز مناظر اسکی سینہ کادی اور جگر پاشی کا اسباب بن جاتے ہیں ....

تو اے موسمِ بہار کی تاروں بھری راتو!

تم اس سوختہ ساماں کے دل کی کیفیت کیا جانو
اسکی بیکسی کا اندازہ کیا کرسکو جو محبوب کی یاد میں الفراق
کا نعرہ لگاتا ہوا ماہیِ بے آب کیطرح مضطرب اور بیتاب ہو

"زندگی اسکی ہے جسے قربِ محبوب حاصل ہو"

درخشاں اور منور ماہِ تاباں !

پیارے پیارے تارے !

اور

موسم بہار کی تاروں بھری راتیں

شاہد ہیں۔ .. .. دریچا !

وہ دل جو کہ کبھی کسی وقت محبّت سے سرشار ہو کر ایک دوسرے سے اسطرح ملتے تھے جیسے دامنِ کوہسار میں کھیلنے والے ندی نالے لیکن آج سے

اب نہ وہ الفت ہے باقی اور نہ وہ بیتابیاں
شوق کی پہلی ملاقاتیں پرانی ہوگئیں

تاثیر محبت

تاثیرِ محبت

میں جب دنیا سے کنارہ کش ہوا تو رنج و محن بھی مجھسے کنارہ کش ہو گئے
لیکن محبت کی پھانس پھر بھی دل میں لگی رہی؛

مینے چاہا کہ دنیا سے الگ ہو کر تیری یاد! تیری تمنا! تیری آرزو! اور تیرے شوقِ دید سے بھی الگ ہو جاؤں۔ لیکن تو جسقدر آنکھوں سے دور ہوا۔ اتنا ہی دل کے پاس ہوتا گیا۔

کیوں؟

تاثیرِ محبت!

میں درختوں کے سائے میں ندی کنارے بیٹھا تھا۔ ادھر ندی اچھلتی کودتی جا رہی تھی ادھر میری آنکھوں سے آنسو لڑھک لڑھک کر ان ننھے ننھے اور پیارے پیارے پھولوں کی کٹوریاں بھر رہے تھے۔ وہ پھول جو کنارے جو محوِ تماشہ تھے۔ بن کی ہوا درختوں میں آہیں بھر رہی تھی۔ اور میرے دل سے بھی آہیں نکل رہی تھیں۔ تو کیا؟

میں تجھسے دور تھا۔ یا تو مجھ سے دور؟ نہیں! نہ تو مجھسے دور تھا اور نہ میں تجھسے دور! تو پھر اس درد کا باعث؟

تاثیرِ محبت!

ملاح کشتی لے کر آ پہنچا۔

"آؤ سوار ہو جاؤ"! اسنے اشارہ کیا! میں سوار ہوا اور وہ کشتی کھینے لگا

کنارہ کشتی سے دور ہوتا گیا۔ اور میں تجھ سے دور۔ میں تجھ سے دور اور کنارہ

مجھسے دُور ....

جب اُس پار پہنچا تو نرگس کا ایک نوجوان پھول شبنم کے پانی سے غسل

کر کے دھوپ میں بدن خشک کر رہا تھا۔ کیا پیارا پھول تھا۔ آہ! کتنی

پیاری نرگس تھی۔ میرے دل پر ایک چرکا سا لگا اور تیری نرگسی آنکھوں کے

خیال سے میرے دل کے کنول کی کٹوری سے اشکِ حسرت ٹپک پڑے

کیوں؟

تاثیرِ محبت!

دنیا

هست این میکده و دعوتِ عام است اینجا
قسمتِ بادہ باندازہ جام است اینجا

ہم سفر!

نہ تو مجھے قسمت سے گلہ ہے اور نہ زمانے سے شکوہ......... کیوں؟

دنیا کم فہم کیلئے راحت کا گہوارہ ہے ۔ لیکن صاحبِ دل کیلئے؟

تفکرات اور آلام!

مفلسی اور ناداری صرف اہل بینش اور اہل دل کیلئے ہے

دنیا کے پرستار جہازِ زندگی پر سوار ہو کر دنیا کے لالہ زاروں کی سیر میں
کچھ ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ مقصدِ حیات بھول جاتے ہیں۔
لیکن دانا عاقبت کے خوف سے دنیا کو ناراض کر لیتا ہے

دوست!

بزمِ جہاں میں ناعاقبت اندیش کیلئے ہر دروازہ کشادہ ہے۔ ہر راہ کھلی ہے!
لیکن صاحبِ دل کی دربان تک بھی رسائی مشکل!
تو آ! دنیا کی لذتوں سے ناآشنا رہ کر حیاتِ جاوداں کی مسرتوں کی
آرزو کریں!

خط کے جواب میں

قاصد آیا اور رنجش کے پیغام لایا اور پھر آپ کے تقاضوں سے پریشان بھی رہا لیکن معاف فرمائیے! ؎

ہم بڑی چیز سمجھتے تھے یہ میخانے میں
نکلا اک جام کی قیمت بھی نہ ایماں اپنا

"خاموشی کیوں اختیار کر لی ...."

اور کرتا بھی کیا! دل تو اب بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ خاموش ہی رہوں لیکن ہم

جو چپ بیٹھوں تو گویائی گریباں گیر ہوتی ہے

اور پھر آپ چپ بھی کب بیٹھنے دیتے ہیں۔ اب لکھوں تو کیا لکھوں۔ کہوں تو کیا کہوں

ذرا اپنے دل سے پوچھو تمہیں چاہا کس نے دل سے

کبھی تم وفا جو کرتے۔ تو مزے کچھ اور ہوتے

"کیا ہم بدل گئے؟ ...."

اجی توبہ! کون کہتا ہے۔ کہ آپ بدل گئے! .... بدلیں آپ کے دشمن!

لیکن ہاں اگر آپ بدل جائیں تو پھر کیا ہمارے دن بھی تو بدل جائیں۔ سچ جانئے

مجبور ہوں! اور سخت مجبور

رہے آباد ترا میکدہ لیکن ساقی

طپش اندوزی دل کے تو وہ ساماں نہ رہے

ہاں! یہ شکوہ سرآنکھوں پر۔ کہ اب بھی آپ کی یاد سے دل ہیں گاہے گاہے

ایک ہوک سی اٹھتی ہے .... آپ کا نام زبان پر آئے تو کیا کروں۔؟

آپ یاد بھی آتے ہیں اور آئینگے بھی۔ لیکن یہ کہ "ہائے ہُو" سے آپ کی رسوائی

مقصود ہے۔ نہیں! نہیں! مرتے مرجائینگے۔ لیکن آپ کا نام کرجائیں گے ؂

قیس اڑائے نہ جنوں سے جو کبھی گردو غبار

سر پہ پھر زیب وہ چشم غزالاں نہ رہے

رہی میری آرزوئیں اور ان کا "خون کس کے سر؟"

آپ کے سر تو ہرگز نہیں۔ اور قسم لے لیجئے جو مجھے شکایت ہو۔ اور ہو بھی کیسے؟

؂ بستیاں امید کی بن بن کے لاکھوں مٹ گئیں

میرے سینے میں ہے مضمر اک جہانِ آرزو

"افسوس اور فکر........!"

اجی جناب! آپ کی بلا کرے۔ یا آپ کے دشمن! یقین جانئے! مجھے تو گونا خوشی بھی ہے ؎

سینہ ہمہ داغ داغ شد

پنبہ کجا۔ کجا نہم

"آنکھیں بدل گئیں.........!"

کیا میری؟

"دل بدل گیا..........!"

کس کا؟ میرا؟

افسوس آپ کو شکوہ کرنے کا شعور کبھی نہ آیا۔ رہے ہم! تو بندہ نواز! ؎

ہم رسم بندگی سے ہیں پابند بندگی
موقع ملے حضور کو کیوں اشتباہ کا

"دل کی بات چھپائے رکھی ....!"

لیکن کس نے؟ بیٹے یا آپ نے؟۔ اتنا غضب بھی تو مت کیجئے!

"کھنچا کھنچا رہا ....!"

کون؟ میں؟ کس نے چاہ کا رشتہ توڑا .... بس یہ دل سے پوچھئے۔ تم نے نگاہِ التفات سے دیکھا ہی کب۔ کچھ کہنے کی جرأت ہی کیسے ہوئی۔

افسوس بھی تو یہی ہے کہ ؂

غیروں کے درد سے رہیں بیتاب رات دن
او مر بھی جائیں ہم تو نہ پوچھا کرے کوئی

آنکھیں ملیں تو دل بھی ملیں پھر تو خود بخود
جب تم کرو حجاب تو پھر کیا کرے کوئی

"حال کیا ہے ....؟"

شکریہ! میرا حال پوچھنے کا خیال تو آپ کو آیا ....

شکستہ دلوں کا حال کیسا!

زندگی کے دن پورے کرنے ہیں۔ جیسے بھی گذر جائیں غنیمت ہے....

طائر کے جذبات کی نہ بہار کو پرواہ....... اور نہ خزاں کو فکر!

اب حال پوچھ کر کیا لینگے آپ ....ہ

کہیں افشا نہ ہو رازِ محبت میں یہ ڈرتا ہوں،
امنڈ آتے ہیں جب آنسو تو لے لیتا ہوں دامن پر

"اب الفت کا نام نہ لینا ....!"

قسم لے لیجئے جو بھولے سے کبھی لوں۔ توبہ ہے اب! کاش پہلے ہی کسی کی نصیحت گوشِ ہوش سے سنتا۔ لیکن سچ ہے جب سر پر عشق کا جنوں سوار ہو۔ اور دل میں سودائے محبت! تو نصیحت بھی کڑوی معلوم ہوتی ہے یہ راز تو اب کھلا ؎

یہ سب دکھاوے ہے سب چھلاوا جسے محبت سمجھ رہے ہو
اسی کا خانہ خراب ہوگا۔ کرم کی جس پر نگاہ رہے گی

"اجڑی بستیاں بھی کبھی بسی ہیں..........!"

کبھی نہیں! اور پھر دل کی بستی؟ جسکے برباد کرنے والا بھی کوئی آپ ایسا تغافل پیشہ اور سنگدل ہو ؎

نہیں ہے بستی کبھی وہ بستی ستم نے جسکو کیا ہو ویران
عبث تقاضا ہے چارہ گر کا یہ دل کی بستی تباہ رہے گی

فرمائیے اب تو خط کا جواب نہ دینے کا عذاب میرے سر سے اترا.... مہربان!

تم سے شکوہ نہیں۔ ازل سے قسمت ہی کچھ ایسی لیکر آیا ہوں..... افسوس!

خو گر نالہ سمجھ کر مجھے اسلم، آخر،
میری آہوں نے بھی تنگ آ کے اثر چھوڑ دیا
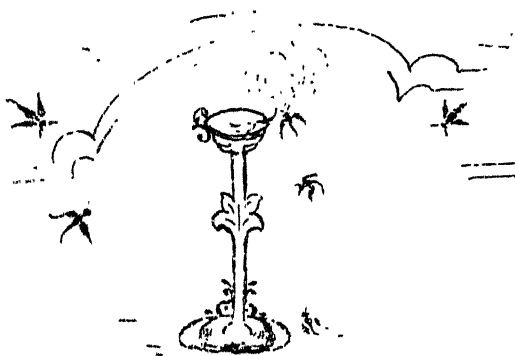
نوائے راز

نوائے راز

محبت ہر چیز اور ہر دل میں جلوہ گر ہے

نظامِ عالم میں ہر شے کسی نہ کسی حالت میں کسی نہ کسی کی محبت میں گرفتار نظر آتی ہے

جانے جنسِ الفت کیوں اتنی ارزاں ہو گئی!

محبت ریت کے اس خوفناک ٹیلے کی طرح ہے جسکے ذرات دور سے
ان تاروں کی طرح تابناک نظر آتے ہیں جو ہم دونوں سے بے قیاس فاصلے
پر ہیں.......... تو پہلے اس ٹیلے پر چڑھ لے اور پھر دستِ شوق

یا دستِ جنوں دراز کر۔ پہلے پھسلنے والے قدموں کو محکم کر لے اور پھر……
کسی کو آغوشِ تمنا میں لے کر پیار کرنے کی آرزو کر

راہ کڑی منزل کٹھن۔! ۔ ناکامیوں سے پریشان خاطر مت ہو…… کیوں؟
اسی ہنگامے میں ایک کیف بھی مضمر ہے جسے لوگ لذتِ حیات کے نام سے
تعبیر کرتے ہیں۔ اگر حوصلہ رکھتا ہے تو اس سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کر

؎ عالمِ یاس میں گھبرائے نہ انسان بہت
دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت

میں نے جب مگس کو پھولوں کا منہ چومتے دیکھا۔ تو مجھے بھی ان روح پرور
گلوں کو سینے سے لگا کر پیار کرنے کی آرزو ہوئی …… لیکن! مگس تو دامنِ تمنا

گلِ مراد سے لبریز ہو گئی ۔ شاد کام گئی ۔ لیکن میرے حصے ....؟

خار کی خلش!

موسمِ بہار میں کلی نے جب اپنے زرّیں سینے کو عریاں کیا تو سحر کے گال مستی سے سرخ ہو گئے ۔ فضائے عالم پر رعنائی چھا گئی ۔ لیکن جب مینے دستِ شوق بڑھایا.......... تو

اسکے چہرے کی شگفتگی ماند پڑ گئی

گلاب کا ایک پھول! ...... وہ سرمستِ ناز پھول جو کلیوں کے جھرمٹ میں مسکرا رہا تھا ۔ میری افسردگی پر ہنسا ۔ مینے جانا شاید! میری بے مائگی پر اسے ترس آیا ۔ مینے نہالِ چمن سے کہا ۔

گلِ گلاب! ذرا ایک کارِ ثواب تو کر ۔ میری محبوبہ! میری ستم شعار

محبوبہ اگر کہیں ادھر بھی بھول پڑے تو اسے میرا پیغام دیجیو

کہنا! میں فراق کی تلخ کامی سے پریشان خاطر نہیں

کیوں؟

آدم کی محرمِ رازعقل کی سرمایہ دار نہ تھی

اے تلون کیش حسینہ!

تو وفا سے آشنا نہ سہی .... نہ سہی لیکن۔ آنکھیں فرش راہ کرنے والے کو....

نہیں! نہیں! حسن کے شوالے پر دل دہی دل جو صدق و صفا کا آئینہ ہے۔

بھینٹ چڑھانے والے کو۔ سن لے! خوب سن لے! محبت کے سودے میں

سود و زیاں سے سروکار نہیں؛

یہ سنکر سب کلیاں ہنسنے لگیں۔ اور مولسری کی شاخ پر سے وفا کیش پپیہا سوز

بھری آواز سے بولا۔

"پی کہاں؟"

اور غیب سے آواز آئی۔

"محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ"

اجڑا ہوا گھر

اُجڑا ہوا گھر

ویرانہ! وہ سنسان ویرانہ جہاں چاروں طرف وحشت برستی ہو۔ جہاں
خزاں اور سموم کا دور دورہ ہو ....

وہ سرزمین جو فلک زدوں کی آہوں سے آباد ہو۔ جہاں حسرتوں کا خون
گلِ لالہ کی بہار دکھا رہا ہو۔ جہاں آرزؤں کی پائمالی۔ اور تمناؤں کی بربادی
اور خاموش فریادوں کی دنیا آباد ہو..........

ہمنشیں!

اسی ویرانے میں میرا گھر ہے -

اندھیری راتوں میں .... ایسی تاریک راتوں میں جہاں کوکبِ تقدیر
کی جھلک بھی نہ پہنچتی ہو - وہ ہولناک راتیں جنکی تاریکی سے درندے بھی
خوفزدہ ہو جائیں - ایک جھلملاتی ہوئی روشنی تجھے نظر آئے گی - یہ روشنی
میری آہوں کے شراروں اور نفسِ گرم کے شعلوں کی چمک ہو گی ....
وہ چمک ! جسے دیکھکر پرسکون اور مقدس روحیں بھی کسی کی تلاش میں -
تجھ میں آسمانوں کے پردوں سے نکل آتی ہیں -

ہمنشیں !

میرے دل طپیدن کو یہی جگہ پسند ہے

ہاں! ہاں یہی ہولناک اور سنسان ویرانہ! جہاں ہوا کی سرسراہٹ میں کسی کے نالۂ ماتم کی آواز آرہی ہو۔ اور پردۂ سحاب میں چھپ چھپ کر رہنے والی بجلیاں کسی کے مزرعہ ہستی کو جلانے کے لئے تڑپ تڑپ کر عریاں ہو رہی ہوں ....

جہاں نہ محبت کی بوباس ہو نہ زندگی کا غوغا!

ہمنشیں!

گھر کہاں سوختہ سامانوں کا؟"
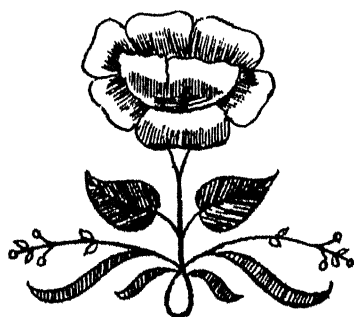
سمِ زندگی

ورمِ زندگی۔ رِمِ زندگی۔ غمِ زندگی۔ سمِ زندگی
غمِ رم نہ کر سمِ غم نہ کھا۔ کہ یہی ہے شانِ قلندری

کیا محبت "سمِ زندگی" تو نہیں؟

جس طرح ایک طفلِ شیر خوار پہروں چاند کی طرف دیکھتا ہے۔ اور گاہے ایک معصوم تمنا کے ساتھ مسکرا کر اسے پکڑنے کیلئے اپنے ننھے ننھے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اور بے تاب ہوتا ہے بس!

یہی حال میرا ہے .... میں بھی تیرے چاند ایسے چہرے کا تصوّر

کئے بیٹھا ہوں۔ہاں صرف تصوّر۔افسوس! ....

تو مجھ سے اتنا ہی دور ہے جسقدر طفلِ ناداں سے چاند!

محبت کا جوہر اس وقت کھلتا ہے جب دل میں دوست کی لگن ہو!

حسن! حسن کے پرستار کیلئے سمِ قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ اور اس ارغوانی شراب کی طرح ہے جو ایک بلوری آبگینے میں پڑی چھلک رہی ہو۔ اور اسکی چھلک میں سمِ زندگی۔ اور شکستِ آرزو۔ دونوں کا عکس ہویدا ہو۔ تو اپنی نگاہ کو حقیقت سے آشنا کر..............

تاکہ تو دھوکہ نہ کھائے!

اگر دل میں تڑپ ہے .... دل ہے! ورنہ ....!
پتھر کا ٹکڑا!

تو اے میرے محبوب!

مجھے اتنا بتا دے۔ کہ یہ حسن .... یہ حسنِ جہانسوز .... یہ حسنِ عالم آرا
تو نے کہاں سے پایا کیا کسی ستارے سے گرا اور تو نے اٹھا لیا۔ یا قدرت نے
ابن آدم کیلئے مصائب کا ایک خوبصورت جال بنا کر تیرے حوالے کر دیا؟

اے نازنین!

تیری غزال ایسی سیاہ اور مست آنکھوں کی دلآویزی کوئی اس گھڑی
دیکھے۔ جب ان میں شبنم کے اس آخری قطرے کی طرح جو کسی گلاب کی نازک
سی پنکھڑی پہ پڑا جگمگا رہا ہو۔ آنسو امڈ آئے ہوں جس طرح سینۂ کوہسار سے
سیماب اگلنے والی ندیاں پھولوں سے لدی ہوئی وادیوں سے ہمکنار ہوتے کے

لئے ایک عالم بے خودی میں اچھلتی اور مستی کے گیت گاتی چلی آتی ہیں۔ اسی طرح تیری آنکھوں سے اشک تیرے سینے پر اسی طرح رقص کرتے ہیں۔ جیسے شبنم کا آخری آنسو نسیمِ سحر کے پہلے جھونکے سے اوراقِ گل پر سے ڈھلک کر دامن غبار پر.........

لیکن کب؟

جب فکرِ دوست تیرے لئے سہم زندگی بن جائے۔ لیکن

طوفان گذر جانے کے بعد؟

تیری محبت کا جام چھلکنے لگتا ہے۔ اور تیری چشمِ نیمباز میں محبت کی پتلیاں رقص کرتی نظر آتی ہیں ؎

پردۂ عشق میں مضمر ہے فقط حسنِ طلب

ذرہ ذرہ ہے محبت کا عناں گیرِ حیات

پھر لکھتا ہوں

پھر لکھتا ہوں

آنکھ سے آنکھ کہے دل سے ہوں دل کی باتیں

وائے وہ عرضِ تمنا جو زباں تک پہنچے

لو! آج پھر لکھتا ہوں ....

لیکن کیا؟

وہی تنہائیوں اور نامرادیوں کا قصّہ! تمناؤں اور حسرتوں کی داستان!

خونچکاں داستان!

گو دل میں سمجھتا ہوں اور خوب سمجھتا ہوں کہ پڑھنا تو رہا در کنار۔ بھلا

ون اس ہزیان کو کان دہرے گا۔

ہزیان ہی سہی۔شکایت ہی سہی۔ لیکن پھر لکھتا ہوں۔کیوں ؟

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ روزہ دار کس اشتیاق کے ساتھ بام فلک پر ہلال عید کو تلاش کرتا ہے۔اور تو یہ بھی دیکھتا ہوگا۔کہ جب تیرے عشرتکدہ میں شمع فروزاں ہوتی ہے تو پتنگے کس تڑپ کیساتھ کس لذت کیساتھ ہمکنار ہونے کو شمع پر ٹوٹتے ہیں...... لیکن کبھی یہ بھی دیکھا .... ؟ ع

تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

کہوں تو کیا کہوں! ...... ستم گار! یا دل آزار! .... یا خوگر جفا .....

لیکن کبھی وہ دن بھی تو تھے .... وہ پیارے دن! جب تو.....!

جانواز بھی تھا اور آرامِ جاں بھی

لیکن اب اتنا تو تو بھی بتا! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا کہ مہ نو روزہ دار کی متجسس نگاہوں سے شرما گیا؟ یا شمع کی طپش اندوزی پروانوں کے ہجوم سے سرد پڑ گئی؟

نہیں! نہیں!

تو پھر تیرا مجھ سے یوں چھپ چھپ کر رہنا .... کیسا؟

افسوس! تجھے دیکھ کر بھی یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ ؎

کیا شوق ہے کیا ذوق ہے سو مرتبہ دیکھوں

پھر بھی یہ کہوں جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

تو آج پھر لکھتا ہوں ....! لیکن کیا لکھوں ؟

گلۂ جفا نما یا شکستِ آرزو کی داستان ؟

اپنی رسوائیوں کا افسانہ ؟ یا تیری کج ادائیوں کا قصہ ! یا زمانے کی دارو گیر کی کہانی؟

ہاں ! یہ سچ ہے ؎

مجھے زمانہ ساز بننا کبھی تو نہ آیا۔ لیکن ذرا انصاف سے کہنا۔ کبھی زمانے نے کسی کا ساتھ بھی دیا؟

نادان!

نہیں ہے سودا یہ دل لگی کا عذاب بھی ہے ثواب بھی ہے

کیا تحفہ لاؤں

انجامِ الفت

انجامِ الفت

عاشق کا مرتبہ عابدِ شب زندہ دار سے بلند ہے!
جب آبگینۂ دل کسی کی صہبائے الفت سے معمور ہو تو کیفِ

حیات حاصل ہوتا ہے ....؟

لیکن یہ تو ایک سنی سنائی بات تھی۔

افسوس میرا خیال غلط تھا!

کبھی وہ دن بھی تھے جو میں کم و کیفِ حیات سے بے پرواہ تھا۔ میرے خیال
کی پیدا کی ہوئی دنیا یعنی وہی عشاق کی خیالی دنیا۔ گلہائے امید سے لہلہاتی

اور شاداب نظر آتی تھی۔ وہ گلستان جہاں خار کا نشان تک نہ تھا۔ جہاں

کوئل کی کوکو۔ محبت کی راگنی معلوم ہوتی تھی۔ اور بلبل کے نالوں میں کسی دلِ

ناشکیبا کی فریاد مستور تھی۔

لیکن یہ ایک خیال تھا! ایک خواب تھا اور اسکی تعبیر

یاس!

نگاہ سرابِ ہستی سے دوچار تھی۔ اور آنکھوں پر حجابِ ہستی چھایا ہوا تھا

کیوں؟

عشق کا معصوم دیوتا کمان لئے اور چلہ چڑھائے میری حمایت پر تلا کھڑا تھا

لیکن!

حقیقت میں مصائب کی یہ ابتدا تھی جن آنکھوں میں مست اور مستور آنکھوں

میں جو مسرت کی پریاں رقص کرتے دیکھ رہی تھیں - وہی میرے لئے تفکرات

اور آلام کی تیلیاں ثابت ہوئیں جب آنکھیں کھلیں - تو رت بدلی ہوئی تھی - اور وہ

سہانا اور دلکشا منظر جو کبھی فردوس نظر تھا - غائب ہو چکا تھا - اور میرے

کاشانہ .... یا ویرانہ کے بام و در پر حسرت برس رہی تھی ....

وہ دل جو کبھی آتش الفت سے شعلہ آشام تھا

اب اسی محبت سے بھرے پیارے پیارے اور نازک آبگینہ میں تلچھٹ

تک نہ تھی - ارغوانی کرنوں والی شراب میں سرور پیدا کرنے والی کیفیت

معدوم! ....

ہیہات! کلیاں کھلنے بھی نہ پائیں کہ مسل ڈالی گئیں - پھول شگفتہ بھی

نہ ہوئے اور نوچ ڈالے گئے - شجر امید کے پات پات اور ڈال ڈال

پر خزاں کی اداسی مسلط ہو گئی - حیات کی تنگ و دو تیری سرد مہری کے

ساتھ سرد پڑ گئی۔ میری مخمور آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھنے لگا۔ غیب سے آواز آئی :-

نادان! فانی چیزوں کی محبت کا یہی انجام ہے

اسرارِ حیات

اسرارِ حیات

جب کاسۂ دل صہبائے الفت سے لبریز ہو۔ تو پھر ہر امنگ جوان ہے اور ہر آرزو کامران ....

اور زندگی ....؟

عیشِ دوام!

ساون رت میں ایک چھوٹا سا طائر اپنے نشیمن میں خاموش بیٹھا تھا

میں نے پوچھا۔

اے قدرت کی لطیف صنعت! تو کیوں چپ ہے؟ کیوں اداس ہے؟

کسی بجلی نے تیرے نشیمن کو تاکا ؟ یا تجھے صیاد کے دامِ فریب کا خوف

؟

اٹھ ! اور اپنے دلکش نغموں سے چمنستانِ دہر میں زندگی اور شباب

روح پھونک دے۔

آم کے پیڑ پر سے کوئل کی کوک طائر کی خاموشی کا جواب تھی۔

بنفشہ کے پھول ستاروں کی طرح سینۂ آب پر کھلے ہوئے تھے۔

ں پر اودی اودی گھٹائیں چھائی تھیں .... وہ گھٹائیں جو جون

نی کا پیغام دیتی ہیں۔ میں نے ایک پھول سے پوچھا :۔

"اے نہالِ رعنا ! آج تم اتنے شگفتہ کیوں نظر آتے ہو"

کلی نے چٹک کر جواب دیا :۔

"رات شباب کی پریاں ہمارے سینے پر رقص کر رہی تھیں"

یہ سنکر پاس سے ایک زرد پتوں والی بیل بولی :-

"طلسمِ حیات کوئی دم میں شکست ہو گا !

شفق کے سینے پر لالہ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ آسمان کی خاموش فضا پر کسی گذرے ہوئے کارواں کی ہلکی ہلکی گرد چھائی تھی۔ سرِ راہ کوئی درماندہ مسافر سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے کہا ؎

"اگرچہ عقلِ فسوں پیشہ لشکرے انگیخت

تو دلِ گرفتہ نباشے کہ عشق تنہا نیست"

اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولا ؎

"چہ کنم کہ فطرت من بہ مقام در نسازد

دل ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زارے"

خارِ حسرت

درونِ سینۂ من زخمِ بے نشاں زدہ
بحیرتم کہ عجب تیرِ بے کماں زدہ

نوجوان گھوڑے سے اترا اور حسینہ جس نے انتظار کی راتیں تارے گن گن کر اور فراق کے دن آہیں بھر بھر کر کاٹے تھے۔ خیر مقدم کے لئے مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔ نوجوان نے اس کے پھولوں ایسے نازک ہاتھوں کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

لیکن دونوں خاموش رہے

جوان مسکراتا ہوا اور حسینہ شرمائی ہوئی گھر میں آئے۔ وہی گھر جسکے در و دیوار سے کبھی وحشت برستی تھی آج آنے والوں کی خوشی میں رشکِ ارم معلوم ہوتا تھا ایک موسمِ بہار کے پھول کی طرح خنداں اور دوسری سحر کے تارے کی طرح لرزاں۔ نوجوان نے جھک کر اسکی نورانی پیشانی کو چوم لیا۔

لیکن دونوں خاموش رہے

پھر وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اس کمرے میں آئے۔ جہاں ڈیلیا کی مہک سے کامِ جاں معطر ہو رہا تھا۔ نوجوان نے حسینہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دیکھا۔ وہ مستی سے ستور تھیں اور حیا سے جھکی ہوئیں ۔۔۔۔۔۔

لیکن افسوس!

ابھی لبِ اظہار وا بھی نہ ہوا تھا۔ کہ گھڑیال نے رخصت کا پیغام دیا

نوجوان جلدی سے کمرے سے نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چلدیا جسینہ کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی۔ اور پھر فراق کی انہی طویل اور مہیب راتوں کا تصور اسکی آنکھوں میں کھنچ گیا ....

زندگی کا خواب سہانا تھا!

مگر تعبیر؟

یاس!

آلفراق

(اصغری کی یاد میں جو زندگی کی پوری چھ بہاریں بھی دیکھنے نہ پائی۔ اور ۲۸ اگست ۱۹۲۶ء کی شام کو صرف چھ گھنٹے علیل رہ کر جنت کو سدھاری)

تم چاہتے ہو اسلم　　رو کر اُسے جگانا
گویا سمجھ رہے ہو　　اس نیند کو بہانا

سونے دو سو رہی ہے　　اب مت اسے جگاؤ　　اس دکھ بھرے جہاں میں　　واپس نہ پھر بلاؤ

الفراق

خزاں نے جب اداسی کا پیغام دیا تو ہر چیز پر خاموشی اور سکوت طاری ہو گیا لیکن

ایک دل تھا جو بیقرار رہا!

اب جب زندگی کا کھیل ختم ہو چکا۔ تو پھر ....

پریشانی کیسی؟

ں! ہوں تو محرومِ محبت .... اور پھر ایک ننھی ننھی سی معصوم جان

لی محبت؟

حیف! صد حیف! کہ بہار آخر شد!

ب ایک آس ہے اور اسی آس کے سہارے یہ ایامِ غم اس مسافر کی طرح

بسر کر رہا ہوں۔ جسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ کب منزل پر پہنچوں گا ؎

عازمِ ملکِ عدم قافلے ہوتے ہیں سدا

کون؟ کب جائیگا؟ یہ کسکو خبر ہوتی ہے

جب کلیاں مرجھا گئیں تو پھولوں کی آرزو کیسی؟ جب شمع بجھ گئی تو پروانوں

کو ذوقِ طپش اندوزی کہاں۔ جب دستِ اجل نے دل میں تڑپ پیدا کرنے

والا جوہر ہی چھین لیا تو پھر ....

دل کہاں؟

تیرا دمِ واپسیں! .... جدائی کی گھڑی...... نزع!

سب دیکھ رہا تھا۔ اور دل میں سمجھتا تھا کہ بس اب یہ آخری دید ہے۔ لیکن پھر بھی

ایک آس تھی۔ جو بے آس نہ ہونے دیتی۔ اس بیکسی کے عالم میں نگاہ صرف آسمان

کی طرف اٹھتی۔ اور زبان پر ع

آسرا آسرے والوں کا لگا رہنے دے!

الفراق!

وہ یاس و امید کا نظارہ .... اصغری! ....

تیرے چل چلاؤ کی گھڑی!

کبھی بھول سکتا ہوں؟ میں وہ وقت بھول سکتا ہوں؟ جب تیری معصوم

نگاہیں میرے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ میں تیری معصوم آنکھوں میں جو

اجل کے تقاضے سے بچھڑ رہی تھیں کچھ دھندلی دھندلی سی روشنی پاتا تھا....

شاید! یہ تیرا آخری پیار تھا محبت کا آخری پیغام!

الفراق! الفراق

میں تیرے بھولے بھالے چہرہ پر ہلکی ہلکی زردی پھیلتی دیکھ رہا تھا..... وہ خوفناک زردی جو جدائی کا پیغام تھا....... تو خاموش ہو گئی۔ ایک میٹھی نیند سو گئی۔ وہ گہری نیند۔ کہ کوئی جگائے بھی تو جاگ نہ آئے ......اور میں حیران کہ

ع:۔ جل گیا میری تقدیر کا اختر کیونکر؟

اصغری!

گو دل حصارِ غم میں محصور ہے تو کیا!....... گو موت نے ہمیں ایک دوسرے

سے جدا کر دیا۔ تو کیا ہوا .... کیوں؟

موت تجھے میرے دل سے جدا نہیں کر سکی

تو آنکھوں سے دور ہو تو ہو .... شاید! لیکن میرے دل سے

دور نہیں نہیں!

آ دیکھ! تیرے کھلونے جہاں جہاں تو نے رکھے اسی جگہ اور اسی طرح ہیں

کیوں؟

مجھے یقین ہے نہیں! نہیں! علم ہے کہ تو اس گھر میں۔ جو تیرے چلے جانے

سے سنسان اور ویران نظر آرہا ہے۔ اکثر آتی ہے ....

کیسے؟

کبھی کبھی مرے گھر کی اداس فضا میں ایک رونق اور ایک مسرت کی

لہر دوڑ جاتی ہے۔ میرا دل خود بخود تیری طرف کھنچنے لگتا ہے...... تیری تصویریں جو تیرے سونے والے کمرے کی ہر دیوار کی زینت ہیں۔ مجھے مسکراتی نظر آتی ہیں۔

اور پھر!

میں تجھے اپنی گڑیوں سے اور کھلونوں سے کھیلتے دیکھتا ہوں۔ ہاں دیکھتا ہوں

اور ضرور دیکھتا ہوں لیکن کیسے دیکھتا ہوں۔ اور کن آنکھوں سے؟

افسوس! کچھ کہہ نہیں سکتا

بیان نہیں کر سکتا

لیکن کچھ تو بھی تو بتا۔ اصغری!

کھینچ کر جس کی کشش تجھکو یہاں سے لے گئی ‏ ‏ تھی پرے حدِ نظر سے کونسی دلبستگی

بھولے بسروں کی کبھی تو لے ذرا آ کر خبر ‏ ‏ چھوٹے چھوٹے سے گھروندں میں ہیں گڑیاں منتشر

گائے وہ مٹی کی تیری سرخ ڈوری سے بندھی   راہ تیری دیکھتی ہے کس خموشی سے کھڑی

ان کھلونوں سے کوئی اب کھیلنے والا نہیں

آہ! میری گود میں اب بیٹھنے والا نہیں

باغ دنیا میں تیرے چلے جانے کے بعد کئی بار بہار کا موسم آیا۔ اور جانے کب تک آئے لیکن ایک دل کی کلی تھی جو نہ کبھی شگفتہ ہوئی اور نہ کبھی ہوگی۔

الفراق! الفراق!
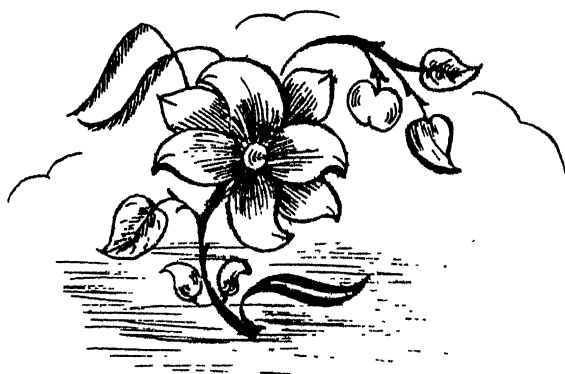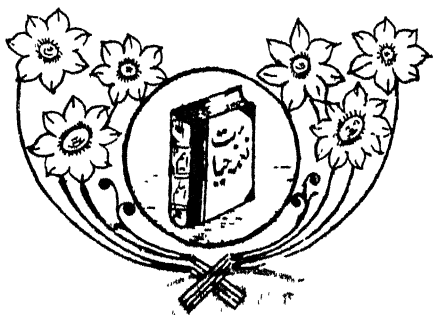
تفسیر حیات

تفسیرِ حیات

دکھیا سب سنسار

پیارے

دکھیا سب سنسار

ریت بھی جھوٹی ~~~~~~~~ پریت بھی جھوٹی

ہار بھی جھوٹی ~~~~~~~~ جیت بھی جھوٹی

جھوٹا پیتم پیار

۱۵۳

پیارے

چھوٹا یتیم پیار

دکھیا سب سنسار

اسلم

دکھیا سب سنسار

چند تصنیفات ایم۔ اسلم
نورِ ہدایت :- حضور سرورِ کائنات صلعم کے ایک صحابی کی شہادت ۴ر
پیغامِ سروش :- دلچسپ افسانوں، دلکش مضامین اور دلسوز اشعار کا مجموعہ
عروسِ غربت :- ایک یتیم لڑکی کی ہوشربا داستان (باتصویر)
بقاءِ دوام :- حیاتِ روح پر ایک مستند اور دلچسپ کتاب
چار سہیلیاں :- پریوں کے دلکش افسانے (باتصویر)
بڑی بی :- لڑکیوں کیلئے اخلاق آموز مزاحیہ اور دلچسپ افسانے ۱۲ر
غزال :- ایک ترکستانی حسینہ کی دلفریب داستان ۱۰ر
مزاجی :- مزاحیہ افسانوں اور مضامین کا ایک بے نظیر مجموعہ
نرگس :- ایک رقاصہ کی تعجب خیز سرگذشت حیات مقبول عام کتاب
پنجاب بک ڈپو پبلشرز لاہور
(گیلانی پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین طبع ہوا)